جاسوسی ڈائجسٹ: جنوری 1998

وارڈروب کی چوری

فرحان شیخ



سیف الملوک عباسی،
محمد نعمان، عقیل
قریشی، محمد سجاد بھٹی



وارڈروب کی چوری

فرحان شیخ

حسب معمول نِک ویلوٹ نے ایک معمولی سی چیز چرائی کیوں کہ اُسے اُس کی اہمیت صرف یہی بتائی گئی تھی کہ ایک متمول شخص کو اس موروثی شے سے جذباتی لگاؤ تھا۔ نک اس بات سے بے خبر تھا کہ اس جذباتی لگاؤ کے پردے میں کون سی حریصانہ خلش موجود تھی۔

تاریخی پس منظر میں ایک خاندانی راز کا ماجرا مشہورِ عالم چور کا تازہ ترین کارنامہ

نِک ویلوٹ اور گلوریا نے بہت عرصے بعد سیرو تفریح کا پروگرام بنایا تھا۔ وہ کئی روز تک پلاننگ کرتے رہے۔ گلوریا کی ایک دوست کو جب پتا چلا تو وہ بھی ان کے ساتھ ہولی۔ مونیکا سلیٹ سے گلوریا کی دوستی کئی سال پرانی تھی۔ پہلے وہ بھی اسی کے دفتر میں سیکریٹری کی حیثیت سے کام کرتی تھی لیکن کسی اور کمپنی میں اس سے بہتر پیشکش ہوئی تو وہ اپنی کئی سال پرانی ملازمت سے استعفیٰ دے کر چلی گئی۔ وہاں اسے ایک شعبے کا ڈائریکٹر مقرر کیا گیا تھا۔ پہلی نوکری سے تین گنا تنخواہ کے علاوہ اور بھی بہت سی سہولتیں حاصل تھیں۔ گلوریا کا دفتر چھوڑ دینے کے باوجود ان کی دوستی برقرار تھی اور ہفتے میں ایک آدھ ملاقات ہوتی رہتی تھی۔

نک ویلوٹ اور گلوریا نے اس مرتبہ جنوب مشرقی ایشیا کے بعض ممالک کی سیاحت کا پروگرام بنایا تھا۔ پاکستان وہ دو مرتبہ جا چکے تھے۔ بھارت میں دہلی، آگرہ اور بمبئی کی بھی سیر ہو چکی تھی۔ نک ویلوٹ نے سوچا تھا کہ اس بار پہلے وہ بنگلہ دیش جائیں گے۔ وہاں سے دہلی ہوتے ہوئے برما جائیں گے اور پھر کسی اور طرف نکل جائیں گے۔

○☆○

ان کی فلائٹ رات ساڑھے گیارہ بجے دہلی کے پالم ائرپورٹ پر پہنچی تھی اور جب وہ جے سنگھ روڈ پر وائی ایم سی اے ٹورسٹ ہوسٹل پہنچے تو بارہ بج کر پینتالیس منٹ کا وقت ہو رہا تھا۔ یہاں انہیں آسانی سے دو کمرے مل گئے۔ گلوریا اور مونیکا ایک کمرے میں ٹھہرے اور نک ویلوٹ کو اس سے ملحقہ کمرا مل گیا۔

صبح کے سات بجے تھے۔ نک کے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ وہ اس وقت جاگ چکا تھا۔ اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو سامنے دو اجنبی کھڑے تھے۔ ایک تو بھاری بھرکم آدمی تھا۔ اس کی عمر پچاس کے لگ بھگ رہی ہوگی۔ کلین شیو، سر کے بال سلیقے سے تراشے ہوئے تھے۔ اس نے کھدر کا کرتہ اور لٹھے کی دھوتی پہن رکھی تھی۔ دوسرا لمبے قد کا اسمارٹ آدمی تھا۔ اس نے پتلون شرٹ پہن رکھی تھی۔ ٹوتھ برش ٹائپ کی بھاری مونچھیں اس کے چہرے کو بارعب بنا رہی تھیں۔

"مسٹر نک ویلوٹ!" مونچھوں والے نے سوالیہ نگاہوں سے نک کی طرف دیکھا۔

"ہاں..... میرا ہی نام ہے۔" نک بولا۔

"سی آئی ڈی انسپکٹر جگت سنگھ۔" اس شخص نے کہتے ہوئے جیب سے اپنے محکمے کا کارڈ نکال کر دکھایا "تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ کیا تم ہمیں اندر آنے کو نہیں کہو گے؟"

نک ویلوٹ کا دماغ گھوم گیا۔ بھارت کا ایک سی آئی ڈی انسپکٹر اس کے پاس کیوں آیا تھا۔ اس نے کچھ کہنے کے بجائے دروازہ پوری طرح کھول دیا اور وہ دونوں اندر آ گئے۔

"مسٹر نک ویلوٹ!" انسپکٹر جگت سنگھ نے کمرے میں داخل ہو کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس کا ساتھی پہلے ہی ایک کرسی پر بیٹھ چکا تھا "اگر میری یادداشت دھوکا نہیں دے رہی تو تم دو سال پہلے بھی انڈیا آئے تھے۔"

"میں تیسری مرتبہ انڈیا آیا ہوں۔" نک ویلوٹ نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا "لیکن میرا خیال ہے کہ یہاں ٹورسٹ کے آنے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ میں ویزا لے کر قانونی طور پر انڈیا آتا رہا ہوں اور اس مرتبہ بھی میرے پاسپورٹ پر ویزا لگا ہوا ہے۔ سی آئی ڈی کو مجھ سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟"

"دلچسپی کی وجہ ہے۔" انسپکٹر جگت سنگھ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "دو سال پہلے جب تم انڈیا آئے تو دہلی کے پاسپورٹ آفس میں ایک پُراسرار واردات ہوئی تھی۔ کوئی پاسپورٹ آفس سے ایک مخصوص پاسپورٹ چرا کر لے گیا تھا۔ پولیس اس چور کو تلاش کرتی رہی لیکن کامیاب نہیں ہو سکی اور یہ کیس سی آئی ڈی کو دے دیا گیا۔ اتفاق سے وہ کیس مجھے ملا تھا۔ میں نے بڑی محنت کے بعد اس چور کا سراغ لگا لیا تھا، لیکن اس وقت تک تم انڈیا چھوڑ چکے تھے۔"

"میں؟ میرا اس معاملے سے کیا تعلق......؟" نک نے حیرت ظاہر کی۔

"تعلق ہے۔" انسپکٹر جگت سنگھ نے بدستور مسکراتے ہوئے جواب دیا "پاسپورٹ آفس سے ملنے والے، تمہاری انگلیوں کے نشانات آج بھی میرے ریکارڈ میں موجود ہیں۔" وہ چند لمحے خاموش رہ کر نک ویلوٹ کی طرف دیکھتا رہا، پھر بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا "گزشتہ رات میں پالم ائرپورٹ پر ڈیوٹی پر تھا۔ مجھے ہانگ کانگ سے آنے والے ایک خاص آدمی کا انتظار تھا۔ اس وقت میں امیگریشن کاؤنٹر پر کھڑا تھا کہ تم دو عورتوں کے ساتھ وہاں آ گئے۔ پاسپورٹ پر تمہارا نام دیکھ کر ہی میں چونکا تھا۔ میں نے اپنا ایک آدمی تم لوگوں کے پیچھے لگا دیا جس نے یہ معلوم کر لیا کہ تم لوگ کہاں ٹھہرے ہو۔"

نک کے دل کی دھڑکن تیز ہو رہی تھی۔ انسپکٹر جگت سنگھ جو کچھ بتا رہا تھا وہ غلط نہیں تھا۔ دو سال پہلے وہ ایک پاسپورٹ چرانے کے لیے دہلی آیا تھا اور اپنے مشن میں کامیابی حاصل کرتے ہی واپس چلا گیا تھا۔ اسے علم نہیں تھا کہ اس کے جانے کے بعد سی آئی ڈی کا یہ انسپکٹر اس کے بارے میں سب کچھ معلوم کر چکا ہے۔ وہ چاہتا تو اسے حراست میں لے سکتا تھا لیکن اس کا انداز دوستانہ تھا۔ دفعتاً نک کے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ یہ انسپکٹر پرانے کیس کے حوالے سے بلیک میل کر کے اس سے کوئی لمبی رقم تو نہیں اینٹھنا چاہتا۔

"اب تم کیا چاہتے ہو؟" اس نے ڈھٹائی سے کہا۔

"میں پرانی باتوں کو بھول سکتا ہوں۔" انسپکٹر نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں پردیس میں ہوں اور تمہاری زیادہ خدمت نہیں کر سکوں گا۔ بہرحال، کتنی رقم میں معاملہ ختم ہو سکتا ہے؟" نک نے پوچھا۔

"میں کچھ لینے نہیں آیا۔" انسپکٹر جگت سنگھ نے کہا "ان سے ملو۔ یہ سیٹھ دیال سنگھ بٹوریا ہیں۔ یہاں کے سب سے بڑے گروپ آف کمپنیز کے مالک۔ ان کا بزنس یورپ اور امریکا تک پھیلا ہوا ہے۔ انہوں نے دنیا بھر کی دولت کما کر اپنی تجوریوں میں جمع کر رکھی ہے۔ یہ اس میں سے تمہیں کچھ دینے کے لیے آئے ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں۔" نک نے الجھی ہوئی نگاہوں سے باری

باری دونوں کی طرف دیکھا۔

"حیرت ہے' تم اپنے مطلب کی بات نہیں سمجھ سکے۔" انسپکٹر کے ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری ہوگئی "بھئی یہ تم سے کوئی کام لینا چاہتے ہیں اور اس کے لیے یہ تمہاری فیس ادا کریں گے۔"

"سوری انسپکٹر۔" نک نے کہا "میں صرف سیر و تفریح کے لیے آیا ہوں اور میرے ساتھ دو خواتین بھی ہیں۔"

"میرا خیال ہے' تم نے انڈیا کے ایک دو بڑے شہروں کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ اگر اس مرتبہ واقعی صرف اور صرف سیاحت کے لیے آئے ہو تو میرا مشورہ ہے کہ اس مرتبہ راجستھان چلے جاؤ۔ راج پوت راج واڑوں کی یہ دھرتی دیکھ کر تمہیں یقیناً حیرت ہوگی۔ اکھنڈ بھارت کے جنگ جو لوگوں کی یہ سرزمین تمہیں پسند آئے گی۔" انسپکٹر نے کہا۔

"لیکن......"

"دیکھو مسٹر ویلوٹ!" انسپکٹر نے ہاتھ اٹھا کر اسے کچھ کہنے سے روک دیا "یہ تمہارے لیے مفت سیر و تفریح کا ایک بہت عمدہ موقع ہے۔ آج کل راجستھان کا موسم بھی بڑا خوش گوار ہے۔ سیٹھ دیال سنگھ بٹوریا کے خرچ پر اگر تم لوگ اس تاریخی خطے کی سیر کرلو تو اس میں کیا برائی ہے! اس کے ساتھ ہی ہمارا کام بھی بن جائے گا۔" وہ چند لمحے خاموش رہا پھر بات جاری رکھی "پتا ہے' تمہارے بارے میں مکمل معلومات رکھتے ہوئے میں نے ٹیلی فون پر سیٹھ دیال سنگھ بٹوریا کو بتایا تو یہ بے حد خوش ہوئے اور فوراً ہی تم سے ملنے کو تیار ہوگئے۔ انہیں دراصل تم جیسے آدمی کی تلاش تھی۔"

"میں ان کی کیا خدمت کرسکتا ہوں؟" نک نے قدرے روکھے پن سے کہا۔

"میرا خیال ہے' پہلے تم ہمارے لیے کافی منگوالو۔ اطمینان سے بات کریں گے۔" مسکراہٹ جیسے انسپکٹر کے ہونٹوں سے چپاں تھی۔

ٹھیک اسی لمحے دروازہ کھلا اور مونیکا کمرے میں داخل ہوئی لیکن دو اجنبیوں کو دیکھ کر دروازے ہی میں رک گئی۔

"آجاؤ مونیکا۔" نک نے کہا "ان سے ملو۔ یہ میرے دوست انڈین اسپیشل پولیس کے انسپکٹر مسٹر جگت سنگھ اور یہ انڈیا کے سب سے بڑے گروپ آف کمپنیز کے مالک مسٹر دیال سنگھ......بٹ......بٹ......" یہاں آکر نک کی سوئی اٹک گئی۔

"بٹوریا۔" انسپکٹر نے مسکراتے ہوئے جملہ مکمل کردیا۔

مونیکا آگے آگئی۔ انسپکٹر نے تو مونیکا سے ہاتھ ملایا مگر سیٹھ دیال سنگھ نے اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے ہی ہاتھ جوڑ کر نمسکار کردیا۔

"مونیکا۔" نک نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "تم ذرا کچن میں جاکر کافی کے لیے کہہ دو۔ میں ان دوستوں سے باتیں کرلوں۔ دس بجے کے قریب ہم سیر کے لیے نکلیں گے۔"

"سیٹھ صاحب تم لوگوں کے لیے گاڑی بھجوادیں گے۔ شہر اور

اس کے گرد و نواح کی سیر کرنے میں آسانی...... رہے گی۔" انسپکٹر جگت سنگھ نے فقرہ لگادیا۔

"ضرور...... ضرور۔" سیٹھ نے اثبات میں سرہلادیا۔

مونیکا چلی گئی۔ چند منٹ بعد کافی آگئی۔

"اب بتاؤ انسپکٹر۔ تمہارے یہ سیٹھ صاحب مجھ سے کیا کام لینا چاہتے ہیں۔" نک نے کافی کی چسکی لیتے ہوئے کہا۔ اس کی خود اعتمادی عود کر آئی تھی۔

"سیٹھ دیال سنگھ بٹوریا کا تعلق بھی راجستھان کے ایک راج پوت خاندان سے ہے۔ یہ ٹھاکر کہلاتے ہیں۔ عرصہ پہلے ان کے والد کا انتقال ہوا تو جاگیر جائداد کا بٹوارا ہوگیا۔ یہ صرف دو بھائی ہیں۔ اس طرح جاگیر اور ساری چیزیں آدمی آدمی تقسیم ہوگئیں۔ سیٹھ دیال سنگھ نے اپنا سارا سرمایہ کاروبار میں لگادیا اور آج انڈیا کے امیر ترین آدمیوں میں شمار کیے جاتے ہیں' لیکن ایک بات کا انہیں آج تک افسوس ہے۔"

"وہ کیا بات؟" نک نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"ان کے والد کا ایک پورٹیبل وارڈ روب بھی تھا۔ ان کے بھائی نے اس پر قبضہ جمالیا۔ انہوں نے اپنے بھائی کو پیشکش کی تھی کہ وہ قیمت لے لے اور وارڈ روب انہیں دے دے' لیکن ان کا بھائی تیار نہیں ہوا۔ انہیں اس وارڈ روب سے جذباتی لگاؤ ہے۔ ان کے والد رام سنگھ بڑے ٹھسے اور رکھاؤ کے آدمی تھے۔ وہ جب بھی سفر پر جاتے وہ پورٹیبل وارڈ روب اپنے ساتھ لے جاتے۔ سفر میں اکثر سیٹھ دیال سنگھ بھی اپنے والد کے ساتھ ہوتے۔ وارڈ روب میں کپڑے رکھنا' نکالنا ان ہی کی ذمے داری تھی۔"

"تم راج پوتوں کو نہیں جانتے۔ یہ لوگ اپنی انا کے لیے گردن کٹوا دیتے ہیں۔ اس وارڈ روب کو سیٹھ دیال سنگھ بٹوریا نے اپنی انا کا مسئلہ بنالیا ہے اور ہر قیمت پر اسے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اسے اپنے قبضے میں لے کر یہ اپنے بھائی پر اپنی برتری ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ان کی خوش قسمتی ہے کہ تم یہاں آگئے اور رات کو میں نے تمہیں ائرپورٹ پر دیکھ لیا۔ یہ تمہاری مقررہ فیس کے علاوہ تم تینوں کے راجستھان کی سیر و تفریح کے تمام تر اخراجات بھی ادا

کرنے کو تیار ہیں۔"

"آفیسر!" نک نے انسپکٹر کی بات مکمل ہونے کے بعد کہا "یہ میری بدقسمتی ہے کہ تمہیں میرے بارے میں معلوم ہو گیا۔ یہ ٹھیک ہے، میں چور ہوں لیکن میرے کچھ اصول ہیں۔ میں بھاری فیس لے کر بہت معمولی نوعیت کی چیزیں چوری کرتا ہوں۔ ایسی کوئی چیز چوری نہیں کرتا جس کی کوئی تاریخی یا سیاسی اہمیت ہو یا قیمتی ہو......"

"لیکن وہ پورٹیبل وارڈ روب نہ تو تاریخی یا سیاسی اہمیت کا حامل ہے نہ ہی قیمتی ہے۔" جگت سنگھ نے قطع کلامی کی۔ "اس جیسا نیا وارڈ روب بازار سے زیادہ تیس پینتیس امریکی ڈالرز میں مل جائے گا۔ بات جذباتی لگاؤ کی ہے، چیز کی نہیں۔"

نک طویل لمحے تک سوچتا رہا۔ پھر کہنے لگا "ٹھیک ہے، میں یہ کیس لینے کو تیار ہوں لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ وارڈ روب مل جانے کے بعد تم پرانے کیس کی بنیاد پر میرے خلاف کوئی کارروائی نہ کر بیٹھو۔"

"میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے خلاف کچھ نہیں کیا جائے گا۔ میرے علاوہ کسی کو پتا نہیں چلے گا کہ تم یہاں آئے تھے۔ یہ راج پوت کا وچن ہے۔ راج پوت اپنی جان تو دے دیتا ہے لیکن وعدے سے نہیں پھرتا۔" انسپکٹر جگت سنگھ نے کہا۔

"میں یقین کر لیتا ہوں۔" نک بولا "اب اس پورٹیبل وارڈ روب کے بارے میں ذرا تفصیل سے بتاؤ۔"

"یہ تفصیل تمہیں سیٹھ دیال سنگھ بتائیں گے۔" انسپکٹر نے کہا۔

سیٹھ دیال سنگھ بوریا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ چند لمحے خاموش رہا جیسے کچھ سوچ رہا ہو۔ پھر بات شروع کی۔ "یہ وارڈ روب آج سے تقریباً چالیس سال پہلے کا بنا ہوا ہے۔ ایک بڑے ٹرنک کی طرح ہے لیکن اسے ٹرنک کی طرح نہیں رکھا جا سکتا۔ اس کی اونچائی چالیس انچ، چوڑائی بائیس انچ اور دوسری طرف کی چوڑائی چودہ انچ ہے۔ اسے لمبائی کے رخ پر کھڑا کیا جاتا ہے۔ کم چوڑائی والے رخ پر پرانی طرز کا قفل ہے۔ اس طرف سے وارڈ روب الماری کی طرح کھلتا ہے۔ اس طرح اس کے سات سات انچ گہرے اور گیارہ گیارہ انچ چوڑے دو حصے بن جاتے ہیں۔ پچھلی طرف قبضے لگے ہوئے ہیں جو ان دونوں حصوں کو آپس میں مربوط رکھتے ہیں۔ ایک خانے میں اوپر پانچ ہینگر لگے ہوئے ہیں جنہیں مخصوص طریقے سے باہر نکالا اور دوبارہ اندر ڈالا جا سکتا ہے۔ ہینگروں والے خانے کے نچلے حصے میں ایک دراز ہے۔ یہ کسی میز کی دراز کی طرح نہیں کھلتا، بلکہ مضبوط گتے کا ایک ڈبا ہے جس کے اوپر ایک چرمی ہک لگا ہوا ہے۔ یہ چرمی ہک ایک موٹے سے پیچ بٹن سے بند کیا اور کھولا جا سکتا ہے۔ ہک کھولنے سے پہلے وہ ڈبا باہر آجاتا ہے۔ الماری کے دوسرے حصے میں بھی اس طرح کے تین خانے بنے ہوئے ہیں اور انہیں اسی طریقے سے کھولا اور بند کیا جا سکتا ہے۔ ان تمام خانوں میں جوتوں سمیت کپڑے اور ضرورت کی دوسری چیزیں رکھی جا سکتی ہیں۔

"وارڈ روب پر سیاہ وینائل لگا ہوا ہے جو غالباً ایک دو جگہوں سے بہت معمولی سا اکھڑ بھی گیا ہے۔ لیکن ایک بات کا خیال رہے کہ میرا بھائی ٹھاکر بلبیر سنگھ یہ جانتا ہے کہ میں اس وارڈ روب کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ ظاہر ہے اس نے اس کی حفاظت کا انتظام بھی رکھا ہو گا۔ ایسی صورت میں تمہیں محتاط رہنا ہو گا۔"

"اس کی آپ فکر نہ کریں۔" نک نے کہا "مجھے صرف یہ معلوم ہونا چاہیے کہ مطلوبہ چیز کہاں رکھی ہوئی ہے۔"

"جے پور میں رام گنج بازار کے پچھلی طرف کچھ فاصلے پر ٹھاکر بلبیر سنگھ کی حویلی ہے۔ تم کسی سے پوچھ کر آسانی سے وہاں پہنچ جاؤ گے لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ پورٹیبل وارڈ روب اس حویلی میں ہو۔ میرا بھائی بہت عیار آدمی ہے۔ ہو سکتا ہے، اس نے وارڈ روب کسی اور جگہ چھپا رکھا ہو۔ ایسی صورت میں اسے تلاش بھی تمہیں ہی کرنا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" نک نے کہا۔

"کب روانہ ہونا چاہتے ہو؟ جہاز پر تمہاری سیٹیں بُک کروا دی جائیں گی۔ ویسے اگر تم مکمل تفریح چاہتے ہو تو تمہیں ٹرین سے سفر کرنا چاہیے۔ دہلی سے چار پانچ گھنٹے کا راستہ ہے۔" انسپکٹر نے کہا۔

"ہم ٹرین پر ہی سفر کریں گے۔" نک نے بتایا "لیکن میں کم از کم دو دن اپنی دوستوں کو دہلی کی سیر کرانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد ہم جے پور کا رخ کریں گے۔"

"جے پور کے اخراجات تو تمہیں انڈین کرنسی میں ملیں گے۔ اپنی فیس تم کس کرنسی میں لینا چاہو گے؟" انسپکٹر نے پوچھا۔

"امریکی ڈالر۔" نک نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔" انسپکٹر بولا "میں ساڑھے دس بجے خود گاڑی لے کر یہاں آجاؤں گا اور اس وقت رقم بھی مل جائے گی۔"

وہ دونوں نک ویلوٹ سے ہاتھ ملا کر رخصت ہو گئے۔ ان کے جانے کے بعد نک نے گلوریا اور مونیکا کے ساتھ ناشتا کیا اور پھر تیاری کرنے لگے۔ ٹھیک ساڑھے دس بجے انسپکٹر جگت سنگھ گاڑی لے کر پہنچ گیا۔ ساتھ میں شوفر بھی تھا۔ انسپکٹر نے رقم نک کے حوالے کر دی اور شام کو ملاقات کا وعدہ کر کے چلا گیا۔

○☆○

موسم خوش گوار تھا۔ ٹرین کا سفر بھی بڑا دلچسپ اور خوش گوار ثابت ہوا۔ نک ویلوٹ گلوریا اور مونیکا جس ائر کنڈیشنڈ ڈبے میں سفر کر رہے تھے وہ چار مسافروں کے لیے مخصوص تھا۔ ان کا چوتھا ہم سفر ایک جواں سال اور خوب رو راج پوت تھا۔ وہ بھی دہلی ہی سے سوار ہوا تھا اور جے پور جا رہا تھا۔ سفر کے آغاز ہی میں ان کا

تعارف ہوگیا تھا۔ اس کا نام وسنت رام تھا اور وہ اپنی سسرال جارہا تھا۔ اس کی سج دھج قابلِ دید تھی۔ وہ اگرچہ شہر کا رہنے والا اور تعلیم یافتہ تھا لیکن اس نے خالص روایتی لباس پہن رکھا تھا۔ گلابی رنگ کا بند گلے کا کڑھائی کے کام سے مزین گھٹنوں سے نیچے تک ریشمی کرتہ، سفید دھوتی، سر پر کیسری رنگ کی کئی بل والی پگڑی، باریک مونچھیں اور گلے میں سونے کی چین جس میں تعویذ جیسی سونے کی تین چھوٹی چھوٹی تختیاں لگی ہوئی تھیں۔

وسنت رام انہیں راجستھان کے بارے میں بتا رہا تھا۔ بیش تر علاقہ لق ودق اور تپتے ہوئے ریگستان پر مشتمل ہے، لیکن اس میں بعض حصے ایسے بھی ہیں جہاں قدم قدم پر نیلے پانی کی جھیلیں اور سر سبزو شاداب وادیاں ہیں۔ راجستھان کی تاریخ ڈھائی ہزار سال قبل مسیح تک ملتی ہے۔ انڈس ویلی کا کوئی بھی خطہ اس قدر قدیم تاریخ نہیں رکھتا۔ تاریخ سے پتا چلتا ہے کہ اس خطے میں بھیل اور مانٹا قبیلے آباد تھے۔ ۱۴۰۰ قبل مسیح میں جب آریاؤں نے اس علاقے پر حملہ کیا تو بھیل اور مانٹا قبیلوں کے لوگ اپنی جانیں بچانے کے لیے یہ علاقہ چھوڑ کر مشرق اور جنوب کی طرف بھاگ گئے۔ اس طرح آریا بڑی آسانی سے راجستھان پر قابض ہوگئے۔ آنے والے وقتوں میں افغان، ترک اور مغل حملہ آور اس خطے کو تاراج کرتے رہے۔ اس طرح یہاں نت نئی تہذیبیں جنم لیتی رہیں۔ یہاں کے لوگ اپنے آپ کو راج پوت یعنی راجاؤں کے بیٹے کہلانے لگے۔ یہ جنگ جو لوگ تھے۔ بہادری اور فنِ سپاہ گری میں پورے ہندوستان میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ ۱۲۰۶ عیسوی میں جب دہلی میں مسلم سلطنت قائم ہوئی تو اس وقت راجستھان اپنے عروج پر تھا۔ اس وقت یہاں بڑی مضبوط سلطنت قائم ہوچکی تھی۔ یوں تو راج پوت چھتیس قبیلوں میں تقسیم تھے مگر وہ سب ایک مہاراجا کے جھنڈے تلے متحد تھے۔

۱۶ویں صدی میں مغلوں نے راجستھان پر قبضہ کرلیا۔ شہنشاہ اکبر نے راج پوتوں کو قابو میں رکھنے کے لیے بڑی عمدہ حکمتِ عملی اپنائی تھی۔ ہندو راج پوتوں سے مذہبی رواداری رکھنے کے ساتھ رشتے داریاں بھی قائم کیں۔ انہیں بڑے بڑے عہدے بھی دیے گئے اور جہاں ضروری سمجھا، ان کے خلاف طاقت بھی استعمال کی گئی۔

۱۷۵۷ء میں انگریزوں نے بنگال پر قبضہ کرلیا اور پھر آہستہ آہستہ وہ پورے ہندوستان میں پھیلتے چلے گئے۔ راجستھان نے آخر تک انگریزوں کے خلاف مزاحمت کی اور اپنا وجود قائم رکھا لیکن انیسویں صدی کے شروع میں راجپوتانہ کے تمام راجاؤں نے انگریزوں کی برتری تسلیم کرلی اور اپنے اختیارات انہیں سونپ دیے۔ انگریزوں نے راجاؤں کو اپنا احسان مند رکھنے کے لیے انہیں کچھ مراعات بھی دیں اور حکومت میں غیر اہم عہدے بھی دیے لیکن اہم اور کلیدی عہدے اپنے پاس ہی رکھے۔ میواڑ کے مہاراجا کو چھتیس قبیلوں کا سربراہ بنادیا گیا تھا۔

نک ویلوٹ، گلوریا اور مونیکا بڑی دلچسپی سے وسنت رام کی باتیں سنتے رہے۔ اس طرح ان کا سفر دیکھتے ہی دیکھتے کٹ گیا۔

دن کے گیارہ بجے کے لگ بھگ ٹرین جے پور پہنچ گئی۔ بڑا کشادہ اور بارونق ریلوے اسٹیشن تھا۔ یہاں اگرچہ ٹرین کافی دیر رکتی تھی لیکن پلیٹ فارم پر کھڑے مسافر ٹرین پر اس طرح ٹوٹ پڑے تھے جیسے یہ آخری ٹرین ہو اور اگر انہیں اس میں جگہ نہ ملی تو وہ پھر کبھی نہ جاسکیں گے۔ مسافروں کے ساتھ سرخ پگڑیوں اور سرخ قمیصوں والے قلیوں نے بھی ٹرین پر ہلہ بول دیا تھا۔ وہ تینوں بڑی مشکل سے نیچے اتر سکے۔ ان کا ایک سوٹ کیس ایک قلی کے ہاتھ میں تھا، دوسرا سوٹ کیس ایک اور قلی نے سر پر اٹھا رکھا تھا۔ بیگ تیسرے قلی کے قبضے میں تھا۔ اس موقع پر وسنت رام ہی ان کے کام آیا تھا۔ اس نے دو قلیوں کو ڈانٹ کر بھگا دیا اور ان کا سامان ایک قلی کے حوالے کردیا۔ وسنت رام کا اپنا سامان ایک اور قلی نے اٹھا رکھا تھا۔

اسٹیشن کے باہر رکشا اور ٹیکسیوں کے علاوہ تانگے بھی موجود تھے۔ گلوریا اور مونیکا تانگے میں بیٹھنا چاہتی تھیں لیکن نک نے ٹیکسی کو ترجیح دی تھی۔ وسنت رام اپنا سامان لے کر دوسری ٹیکسی میں بیٹھ گیا تھا۔ اس نے نک کو اپنا ایڈریس اور فون نمبر دے دیا تھا اور رہائش کے لیے انہیں کسی ہوٹل جانے کے بجائے پرائیویٹ ریسٹ ہاؤس میں ٹھہرنے کا مشورہ دیا تھا۔ اس نے ٹیکسی ڈرائیور سے بھی کہہ دیا تھا کہ وہ انہیں فلاں ریسٹ ہاؤس پہنچادے۔ وہ ریسٹ ہاؤس خزانے والوں کے قریب ہی تھا۔ یہ دراصل ایک طویل بازار تھا جہاں زیادہ تر دکانیں سنگِ مرمر اور ماربل کی مصنوعات سے بھری پڑی تھیں۔

نک ویلوٹ کو یہ پرائیویٹ ریسٹ ہاؤس پسند آیا۔ بہت صاف ستھرا اور پُرسکون تھا۔ یہ ڈبل اسٹوری ریسٹ ہاؤس کئی کمروں پر مشتمل تھا۔ یہاں اور بھی لوگ ٹھہرے ہوئے تھے۔ انہیں ڈبل بیڈ روم کا صرف ایک کمرا مل سکتا تھا۔ نک نے اسے ہی غنیمت جانا اور طے یہ ہوا کہ رات کو گلوریا اور مونیکا بیڈ پر سوجائیں گی اور وہ قالین پر۔ ٹھیک ایک بجے انہوں نے ڈائننگ روم میں کھانا کھایا۔ گلوریا اور مونیکا کھانے کے بعد شہر کی سیر کرنے جانا چاہتی تھیں لیکن نک اس وقت آرام کے موڈ میں تھا۔ اس کا خیال تھا کہ سہ پہر کے بعد سیر کا پروگرام رکھا جائے۔

پانچ بجے وہ ریسٹ ہاؤس سے نکلنے کی تیاری کررہے تھے کہ وسنت رام اپنی بیوی کو لے کر پہنچ گیا۔ اس کی بیوی دبلی پتلی اور خوب صورت عورت تھی۔ عمر بائیس تیئس کے لگ بھگ رہی ہوگی۔ وسنت رام نے لکشمی کے نام سے اس کا تعارف کرایا۔ وہ کار لے کر آیا تھا۔ وہ انہیں سیر کرانے کے لیے اپنے ساتھ لے گیا۔ نک نے اطمینان کا سانس لیا کہ جب تک وہ لوگ یہاں رہیں

گے وہ انہیں اپنی کار میں گھماتا پھراتا رہے گا۔

سیر کراتے ہوئے وسنت رام انہیں جے پور کی تاریخ کے بارے میں بھی بتا رہا تھا۔ یہ شہر ۱۷۲۸ء میں مہاراجا سیوائے جے سنگھ نے بسایا تھا۔ اس سے پہلے راج گدی گیارہ کلومیٹر دور امبر شہر میں تھی۔ تک اور گلوریا کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ شہر کی تقریباً تمام ہی عمارتیں گلابی رنگ کی تھیں۔ وسنت رام نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ ۱۸۸۳ میں پرنس البرٹ جب جے پور کے دورے پر آیا تو مہاراجا کے حکم پر شہر کی تمام عمارتوں پر گلابی رنگ کردیا گیا۔ یہ اظہارِ خوشی کا رنگ تھا اور آج بھی شہر کی تقریباً ہر عمارت پر یہی گلابی رنگ نظر آتا ہے۔ اس شہر کا نقشہ ایک بنگالی ہندو ودّیا دھر چکرورتی نے بنایا تھا۔ شہر کی تعمیر میں ہندو، جین اور مغل آرٹ کا خاص طور پر خیال رکھا گیا تھا۔

اس روز وسنت رام سب سے پہلے انہیں سٹی پیلس دکھانے کے لیے لے گیا۔ سٹی پیلس اس شہر کی سب سے خوش نما عمارت سمجھی جاتی ہے۔ یہ مہاراجا جے پور کا شاہی محل ہوا کرتا تھا۔ محل کے ایک حصے میں اب بھی شاہی خاندان کے کچھ افراد مقیم ہیں اور انہیں حکومت کی طرف سے تمام مراعات حاصل ہیں۔ محل کے چاروں طرف اب گنجان بازار اور گلیاں ہیں۔ محل میں داخلے کے لیے اگرچہ نو دروازے ہیں لیکن وسنت رام انہیں میوزیم والے دروازے سے لے گیا تھا۔ میوزیم سے ہوتے ہوئے وہ "جنتر منتر" تک پہنچ گئے۔

دوسرے دن وہ ہوا محل دیکھنے چلے گئے۔ یہ عمارت بھی دیکھنے کی چیز تھی اس کے نوسو ترپن خوب صورت دریچے ہیں۔ محل کی خواتین ان ہوا دار دریچوں سے شہر کا نظارہ کیا کرتی تھیں جب کہ باہر سے انہیں نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔

جے پور کے اطراف میں پہاڑیوں کے درمیان امبر، جے گڑھ اور نہار گڑھ کے شہر واقع ہیں۔ سابق صدر مقام میں قدیم ماتا قبیلے کی باقیات ہیں۔ یہ قبیلہ صدیوں پہلے اس خطے پر حکومت کرتا رہا ہے۔ اس قدیم شہر میں بے شمار محل نما مکانات ہیں۔ کچھ کھنڈر بن چکے ہیں اور کچھ آج بھی اپنی پرانی شان وشوکت کے ساتھ موجود ہیں۔ امبر مغلوں کا زبردست حلیف رہا ہے۔ راجا مان سنگھ شہنشاہ اکبر کی فوج کا سپہ سالار تھا اور مرزا جے سنگھ اس علاقے میں جہانگیر کا دستِ راست سمجھا جاتا تھا۔ یہاں کا شیش محل بھی قابلِ دید ہے۔

اگلے روز وسنت رام انہیں پہاڑی پر واقع جے پور فورٹ دکھانے لے گیا۔ وسنت رام نے قلعے کے مختلف حصوں کی سیر کراتے ہوئے انہیں بتایا کہ پچھلی دہائی میں یہ افواہ زور پکڑ گئی تھی کہ اس قلعے کے تہ خانوں میں بہت بڑا خزانہ پوشیدہ ہے۔ قلعے کو عوام کے لیے بند کردیا گیا اور ہند سرکار سات سال تک قلعے کے اندر خزانہ تلاش کرتی رہی لیکن کچھ نہیں ملا اور بالآخر سات سال بعد قلعہ دوبارہ خاص وعام کے لیے کھول دیا گیا۔ اس قلعے سے پورے شہر کا منظر دیکھا جاسکتا ہے۔ سٹی پیلس کے عین سامنے جھیل کے وسط میں جال محل ہے جو دور سے دیکھنے میں بھی بڑا خوب صورت نظر آتا ہے۔ جال محل تک چھوٹی کشتی کے ذریعے ہی پہنچا جاسکتا ہے۔

وسنت رام تین دن تک انہیں شہر اور تاریخی عمارتوں کی سیر کراتا رہا۔ اس کی بیوی لکشمی بھی ساتھ ہی رہتی۔ گلوریا اور مونیکا سے اس کی گہری دوستی ہوگئی تھی۔ وسنت رام بھی ان سب سے بے تکلف ہوگیا تھا۔ وہ جے پور کے ایک بڑے ٹھاکر کا بیٹا تھا۔ اس کا باپ عرصہ پہلے جے پور چھوڑ کر دہلی میں جا بسا تھا جہاں اس کا بہت بڑا بزنس تھا۔ باپ کے انتقال کے بعد وسنت رام ہی نے سارا کاروبار سنبھال رکھا تھا۔ لکشمی اس کے ماما کی بیٹی تھی۔ ان کی شادی تقریباً دو سال پہلے ہوئی تھی۔ لکشمی دو ہفتے پہلے جے پور آئی تھی اور اب وسنت رام اسے لینے کے لیے آیا تھا۔ تک ویلوٹ نے ابھی تک اپنے اصل کام کی طرف توجہ نہیں دی تھی لیکن اب جب کہ وسنت رام سے دوستی ہوچکی تھی، اس نے اپنے کام کے سلسلے میں اس سے بھی کام لینے کا فیصلہ کرلیا۔

"ٹھاکر بلبیر سنگھ کو جانتے ہو؟" تک نے وسنت رام کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اس وقت وہ دونوں ریسٹ ہاؤس کے لان میں بیٹھے کافی پی رہے تھے۔ گلوریا، لکشمی اور مونیکا کمرے میں تھیں۔

"بلبیر سنگھ!" وسنت رام کی پیشانی پر بل پڑ گئے "تم نے یہ نام کہاں سے سنا ہے؟"

"دہلی میں ایک آدمی نے بتایا تھا کہ وہ جے پور کی ایک معروف شخصیت ہے۔ مجھے موقع ملے تو میں اس سے ضرور ملوں۔" تک نے کہا۔

"جس نے بھی تمہیں یہ کہا ہے وہ یقیناً ٹھاکر بلبیر سنگھ کا دلال ہوگا۔" بات کرتے ہوئے وسنت رام کے چہرے کے تاثرات بگڑ گئے تھے۔

"کیا مطلب! میں سمجھا نہیں۔" تک نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"بلبیر سنگھ جے پور کا سب سے گھٹیا اور بدمعاش آدمی ہے۔ اس کے پاس دولت ہے لیکن دولت کسی کی فطرت تو نہیں بدل سکتی! وہ عیاش آدمی ہے۔ شراب اور عورت کے علاوہ اس کی زندگی میں اور کچھ نہیں ہے۔ شہر کی جوان اور خوب صورت عورتیں اس کا نام سن کر ہی کانپنے لگتی ہیں۔ اس کا بزنس تباہ ہوچکا ہے لیکن اس کے پاس دولت کی ریل پیل ہے۔ وہ ہر کام میں روپیہ پانی کی طرح بہاتا ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس کے پاس اتنی دولت کہاں سے آئی ہے۔ یہاں تاریخی عمارتیں حکومت نے مختلف لوگوں کو ٹھیکے پر دے رکھی ہیں۔ یا یوں کہنا چاہیے کہ ان تاریخی عمارتوں میں داخلے کے ٹکٹ کا ٹھیکا مختلف لوگوں کے پاس

ہے۔ ٹھاکر بلبیر سنگھ نے بھی سٹی پیلس کے سامنے جھیل میں واقع جال محل کا ٹھیکا لے رکھا ہے۔ یہ ٹھیکا اس نے پانچ سال پہلے لیا تھا اور ہر سال بڑھا چڑھا کر بولی دے کر ٹھیکا لے لیتا ہے۔ جھیل کے کنارے ایک چھوٹا سا گھاٹ ہے جہاں سے کشتیوں پر جال محل تک آمدورفت ہوتی ہے لیکن دن میں پانچ دس غیر ملکی ٹورسٹ ہی وہاں جاتے ہوں گے۔ ہندوستانی سیاحوں کو تو وہاں جانے کی اجازت ہی نہیں دی جاتی۔ یہ کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے کہ جال محل مرمت کے لیے بند ہے۔" وسنت رام چند لمحے خاموش رہا پھر نک کی طرف دیکھتے ہوئے بولا "تم اگر ٹھاکر بلبیر سنگھ سے ملنا چاہتے ہو تو ضرور ملو لیکن گلوریا اور مونیکا کو ساتھ مت لے جانا۔ وہ اپنی عزت کھو بیٹھیں گی۔"

"میرا ملنا اس سے ضروری نہیں ہے۔" نک نے کہا "لیکن ٹھاکر بلبیر سنگھ کا تذکرہ کرتے ہوئے تم نے جو لہجہ اختیار کیا ہے اس سے......"

"اس کی وجہ سے میرے پتا جی کو یہ شہر چھوڑنا پڑا تھا۔" وسنت رام نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" نک نے اسے گھورا۔

"بلبیر سنگھ میرے پتا جی کا فرسٹ کزن ہے۔" وسنت رام نے بتایا "جس حویلی میں وہ رہ رہا ہے وہ میرے پتا جی کی ملکیت تھی جو بہت عرصے سے خالی پڑی تھی پھر بلبیر سنگھ نے اس پر قبضہ کرلیا۔ پتا جی اور بلبیر سنگھ میں اس حویلی کے لیے طویل عرصے تک مقدمہ چلتا رہا۔ اس نے میرے پتا جی کو دھمکیاں بھی دی تھیں۔ اس دوران میں وہ دہلی منتقل ہوگئے۔ ایک مرتبہ وہ عدالت میں پیشی کے لیے جے پور نہیں آسکے۔ اس کے دوسرے روز ہمیں پتا چلا کہ عدالت نے بلبیر سنگھ کے حق میں فیصلہ کردیا ہے۔ پتا جی یہ صدمہ برداشت نہیں کرسکے اور ان کا ہارٹ فیل ہوگیا۔ میں بہت عرصے تک جے پور نہیں آسکا۔ پھر میری شادی لکشمی سے ہوگئی۔ لکشمی کا باپ میرا ماما ہے۔ بلبیر سنگھ ان سے کچھ دبتا ہے۔ میں نے کچھ لوگوں سے بات کی ہے۔ حویلی کا کیس ری اوپن کرانے کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ میں وہ خاندانی حویلی نہیں چھوڑ سکتا۔"

"ٹھاکر بلبیر سنگھ تمہارا رشتے دار ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ٹھاکر دیال سنگھ بٹوریا بھی تمہارے رشتے دار ہیں؟" نک نے کہا۔

"ٹھاکر دیال سنگھ بٹوریا.... انڈیا کے بہت بڑے گروپ آف کمپنیز کا مالک۔" وسنت سنگھ گہرا سانس لیتے ہوئے بولا "اس کا تعلق جے پور کے رجواڑے خاندان سے ہے لیکن میرا یا بلبیر سنگھ کا اس سے قریب کا کوئی رشتہ نہیں ہے لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"وہ بھی ٹھاکر ہے اس لیے خیال آگیا تھا کہ شاید تم تینوں میں کوئی رشتے داری ہو۔" نک ویلوٹ نے بات بنائی۔

"ہر راج پوت اپنے آپ کو ٹھاکر کہلواتا ہے۔" وسنت رام نے جواب دیا۔

نک کچھ کہنا چاہتا تھا کہ گلوریا اور لکشمی کو آتے دیکھ کر خاموش ہوگیا۔ اس وقت شام کے چھ بجے تھے۔ آج ان کا کہیں گھومنے کا پروگرام نہیں تھا۔

"میں لکشمی کے ساتھ جوہری بازار جارہی ہوں۔ ہوسکتا ہے کچھ دیر ہوجائے۔" گلوریا نے کہا۔

"اور مونیکا؟" نک نے پوچھا۔

"وہ کمرے میں لیٹی ہوئی ہے۔ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" گلوریا نے کہا۔ لکشمی نے وسنت رام سے گاڑی کی چابی لے لی اور وہ دونوں گیٹ کی طرف چلی گئیں۔

ان کے جانے کے بعد نک اور وسنت رام دوبارہ باتیں کرنے لگے۔ نک کرید کرید کے ٹھاکر بلبیر سنگھ کے بارے میں پوچھ رہا تھا اور وسنت رام جوشِ رقابت میں اسے بہت کچھ بتا رہا تھا۔

○☆○

وہ آدمی بے تحاشا موٹا تھا۔ جب وہ چلتا تو یوں لگتا جیسے ڈرم لڑھک رہا ہو۔ اس کی عمر چالیس اور پینتالیس کے درمیان رہی ہوگی۔ اس کے ہاتھوں اور چہرے پر برص کے داغ تھے۔ نظر آتا تھا کہ یہ داغ کچھ عرصہ پہلے ہی نمودار ہوئے ہیں اور نک جانتا تھا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ پھیلتے چلے جائیں گے۔ اس شخص نے غالباً دو تین دن سے شیو نہیں کیا تھا۔ سر گنجا تھا البتہ کھوپڑی کے عین وسط میں چھوڑے ہوئے بالوں کی ایک لمبی سی چوٹی بن گئی تھی جو اس کی گردن تک پہنچ گئی تھی۔ اس کا لباس کرتا اور دھوتی پر مشتمل تھا۔ پیروں میں کھڑاؤں قسم کے چپل تھے۔

اس کا نام رگھومل تھا۔ وہ شراب کا رسیا لگتا تھا۔ شراب بھی بہت گھٹیا قسم کی۔ اس وقت بھی اس کے ہاتھ میں ٹھرّے کی بوتل تھی جس سے وہ وقفے وقفے سے گھونٹ بھر رہا تھا۔

نک ویلوٹ اس وقت رگھومل کے ساتھ کالا کیندرا کے علاقے میں واقع ایک چھوٹے سے شراب خانے میں بیٹھا ہوا تھا۔ دوپہر کا وقت تھا اور شراب خانے میں ان کے علاوہ صرف ایک اور گاہک تھا۔ نک اور رگھومل ایک کونے کی میز پر تھے۔ اس کے ساتھ ہی ایک کھڑکی تھی جہاں سے بازار کا منظر نظر آرہا تھا۔ رگھومل اس وقت تک تین پوے چڑھا چکا تھا اور نک نے اس کے لیے چوتھا پوا منگوایا تھا۔

"پیو۔" نک نے اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا "جتنی چاہے پیو۔ بل کی فکر مت کرنا' میں دے دوں گا۔"

"آج زندگی میں پہلی مرتبہ کھل کر پینے کا موقع ملا ہے۔ میں کوئی رعایت نہیں کروں گا۔" رگھومل نے جھومتے ہوئے کہا۔

"ٹھاکر بلبیر سنگھ کو جانتے ہو؟" نک نے سرسری طور پر پوچھا۔

"ہو.....ت حرامی۔" رگھومل نے جواب دیا "سالا بدمعاش

آدمی ہے۔ بوت پیسہ ہے اس کے پاس۔ رنڈیوں پر پیسہ لٹاتا ہے۔ کل میں نے پچاس روپے مانگے تو ٹھینگا دکھا دیا۔" وہ بات کرتے ہوئے نک کو ٹھینگا دکھانے لگا۔

نک ویلوٹ کو وسنت رام ہی سے معلوم ہوا تھا کہ رگھومل ٹھاکر بلبیر سنگھ کا پرانا خاص آدمی ہے۔ ایک وقت تھا جب رگھومل کو بلبیر سنگھ کا راز داں سمجھا جاتا تھا۔ وہ دونوں گہرے دوست تھے۔ رگھومل بھی ایک کھاتے پیتے گھرانے کا فرد تھا۔ باپ کی موت کے بعد اس نے اپنا عالی شان مکان بیچ دیا اور ساری دولت بلبیر سنگھ کے ساتھ مل کر عیاشی میں اڑا دی۔ رگھومل بڑا اسمارٹ آدمی ہوا کرتا تھا لیکن پھر اس پر موٹاپا طاری ہونے لگا۔ اس نے پروا نہیں کی اور نتیجہ یہ نکلا کہ اب وہ ڈرم کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ اس کا اپنا سب کچھ ختم ہو چکا تھا اور وہ بلبیر سنگھ کا دست نگر ہو گیا تھا۔ اس کی حیثیت اب بلبیر سنگھ کے دوست کی نہیں نوکر کی سی تھی۔ نک کو کسی ایسے ہی آدمی کی تلاش تھی۔

"سالا بوت حرامی آدمی ہے۔" رگھومل کہے جا رہا تھا "میرا سارا پیسہ پینے پلانے اور رنڈی بازی میں برباد کرا دیا اور اب میرے ساتھ بھکاریوں جیسا برتاؤ کرتا ہے۔ بوت مال دولت ہے اس کے پاس۔"

"تم تو اس کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو!" نک نے اسے شہہ دی۔

"سب جانتا ہوں۔" رگھومل نے کہا "ایک دن اسے ایسا پٹخا دوں گا کہ نانی یاد آ جائے گی سالے کو۔"

"تو گویا تم اس سے بدلہ لینا چاہتے ہو!" نک مسکرایا۔

"اس نے میرے کو برباد کیا ہے۔ میں اس کا نام نشان مٹا دوں گا۔" رگھومل نشے میں دھت ہو چلا تھا "وہ بہت سے دوسرے لوگوں کی دولت بھی ڈکار چکا ہے۔ میں اس کے ہر بھید سے واقف ہوں۔ تباہ کر دوں گا اس حرامی کو۔"

"تمہیں معلوم ہے' اس کے پاس ایک وارڈ روب بھی ہے' کالے رنگ کا پرانا سا؟" نک نے سرگوشی کے انداز میں پوچھا۔

"وہ' جس میں کپڑے رکھتے ہیں؟" رگھومل نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "ہاں' مجھے معلوم ہے۔ وہ وارڈ روب اس نے جال محل کے تہ خانے میں رکھا ہوا ہے۔ وہ سالا تو جال محل کا مالک بنا ہوا ہے۔ ہند سرکار کو تو پتا ہی نہیں کہ وہاں کیا کیا کھیلے ہوتے ہیں۔ وہاں اس نے اپنے آدمیوں کا پہرا بٹھا رکھا ہے۔ صرف دو چار باہر ملکوں کے لوگ وہاں چلے جاتے ہیں۔ ہندوستانیوں کو تو وہاں جانے ہی نہیں دیتا۔"

"جال محل میں تہ خانہ۔۔۔ یعنی جھیل میں۔۔۔" نک کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں۔ بوت بڑا تہ خانہ ہے اور وہاں۔۔۔" رگھومل کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"اس تہ خانے کا راستہ کہاں ہے؟" نک نے پوچھا۔

"کالے دروازے والے کمرے میں۔ مگر۔۔۔ تم یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہو؟" رگھومل نے اسے گھورا۔

"کچھ نہیں۔۔۔ یوں ہی۔" نک نے کہا اور اس کے لیے پانچواں پوا بھی منگوا لیا۔

نک ویلوٹ' رگھومل کے ساتھ تقریباً دو گھنٹے بیٹھا رہا۔ اس نے شراب کا بل ادا کیا۔ سو روپے کا ایک نوٹ رگھومل کے ہاتھ میں تھمایا اور اسے وہیں چھوڑ کر شراب خانے سے نکل آیا۔

اسی روز شام پانچ بجے کے قریب نک' گلوریا اور مونیکا کو ساتھ لے کر جال محل دیکھنے کے لیے چلا گیا۔ جھیل کے کنارے ایک چھوٹا سا گھاٹ تھا جہاں تین چار موٹر بوٹس کھڑی تھیں۔ دو بادبانی کشتیاں بھی تھیں۔ گھاٹ کے ساتھ ہی ایک دفتر بھی تھا اور وہ بکنگ ونڈو بھی جہاں سے جال محل کی سیر کے لیے ٹکٹ لیے جاتے تھے۔ دفتر کے سامنے بہت سے لوگ جمع تھے۔ ان میں مردوں کے علاوہ عورتیں اور بچے بھی تھے۔ یہ سب ہندوستانی تھے اور جال محل کی سیر کرنا چاہتے تھے لیکن انہیں بتایا گیا تھا کہ مرمت وغیرہ کی وجہ سے جال محل سیاحوں کے لیے بند ہے۔

تھوڑی ہی دیر بعد غیر ملکیوں کا ایک گروپ آ گیا۔ یہ یورپین تھے۔ ان میں تین عورتیں اور چار مرد شامل تھے۔ نک وغیرہ کو دیکھ کر وہ لوگ اسی طرف آ گئے۔ ایک آدمی نے بطور گائیڈ اپنی خدمات پیش کیں۔ نک نے اسے ساتھ لیا اور دفتر میں گھس گیا۔ دوسرے بھی اس کے پیچھے گئے۔ اسے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ انہیں انکار نہیں کیا گیا تھا۔ انہیں فوراً ٹکٹ دے دیے گئے اور وہ آدمی جو گائیڈ بن گیا تھا ان سب کو لے کر گھاٹ پر آ گیا۔ بادبانی کشتی میں کم از کم بارہ آدمیوں کے بیٹھنے کی گنجائش تھی۔ ان لوگوں کو ایک بادبانی کشتی میں بٹھا دیا گیا۔ کشتی ایک طویل چکر کاٹتی ہوئی جال محل کے سامنے جیٹی پر پہنچ گئی۔

ان کے ساتھ آنے والا آدمی انہیں جال محل کی سیر کرانے لگا۔ وہ واقعی ایک بہترین گائیڈ ثابت ہوا۔ وہ محل کے ہر حصے کے بارے میں تفصیل سے بتا رہا تھا۔ نک گہری نظروں سے ہر چیز کا جائزہ لے رہا تھا۔ یہ محل جھیل کے وسط میں ایک بہت بڑے ٹیلے پر بنا ہوا تھا اور بہت وسیع و عریض تھا۔ یہاں صرف تین آدمی تھے۔ دو گن مین' جو جدید ترین آٹومیٹک رائفلوں سے لیس تھے اور تیسرا محل کی دیکھ بھال کے لیے رکھا گیا تھا۔ نک کو حیرت ہوئی کہ اتنے بڑے محل کی دیکھ بھال کے لیے کئی آدمی درکار تھے مگر صرف ایک آدمی رکھا گیا تھا۔ محل میں کسی بھی طرف سے داخل ہوا جا سکتا تھا لیکن باقاعدہ آمد و رفت کے دو راستے تھے' اور دونوں راستوں پر ایک ایک گن مین بیٹھا ہوا تھا۔

ایک کمرے کے سامنے سے گزرتے ہوئے نک ویلوٹ رک گیا۔ اس کمرے کا دروازہ بھی دوسرے دروازوں کی طرح لکڑی ہی

کا تھا جس پر خوب صورت نقش و نگار بنے ہوئے تھے لیکن اس دروازے کی رنگت سیاہ پڑ چکی تھی جس کی وجہ سے اسے کالا دروازہ کہا جاتا تھا۔

"یہ کون سا کمرا ہے۔ یہ نہیں دکھاؤ گے؟" نک نے اپنے گائیڈ سے کہا۔

"یہ ایک خواب گاہ ہے لیکن اس کی چابی کھو چکی ہے۔ اس کی طرف توجہ نہیں دی گئی اور یہ مسلسل بند ہے۔" گائیڈ نے بتایا۔

وہ لوگ تقریباً ایک گھنٹے تک محل میں رہے اور پھر واپس آگئے۔

○☆○

اس سے اگلے روز نک ویلوٹ اکیلا ہی ہوائی جہاز سے دہلی چلا گیا۔ وہ دوسرے دن واپس آگیا تھا۔ دراصل وہ کچھ چیزیں خریدنے کے لیے دہلی گیا تھا جو جے پور میں دستیاب نہیں تھیں۔ اس روز اپنے کمرے میں بند ہو کر وہ ان چیزوں کو سیٹ کرتا رہا۔ پھر انہیں کینوس کے ایک بڑے تھیلے میں بند کر دیا گیا۔

وسنت رام نے اس رات ان لوگوں کی دعوت کی تھی۔ دعوت کا اہتمام قیصر ہند ہوٹل میں کیا گیا تھا۔ اس دعوت میں وسنت رام اور لکشمی کے کچھ دوست بھی شامل تھے۔ رات بارہ بجے تک ہوٹل میں خوب ہنگامہ رہا۔ جب واپسی ہوئی تو نک ویلوٹ نے وسنت رام کی گاڑی لے لی تھی۔ اس نے یہ بہانہ بنایا تھا کہ وہ چاندنی رات میں امبر اور اس کے آس پاس کے علاقوں کی سیر کرنا چاہتے ہیں۔

رات دو بجے نک، گلوریا اور مونیکا کو ساتھ لے کر ریسٹ ہاؤس سے نکلا۔ کینوس کا تھیلا کار کی ڈکی میں رکھ لیا گیا تھا۔ شہر کی سڑکیں سنسان تھیں۔ کبھی کوئی اکا دکا گاڑی نظر آجاتی۔ شہر سے نکل کر ایک طویل چکر کاٹتے ہوئے وہ جھیل کے دوسری طرف آگئے۔ جھیل کے اس کنارے پر کہیں کہیں مکان بنے ہوئے تھے۔ اس سے آگے ایک جنگل سا تھا۔ نک نے ایک جگہ درختوں کے نیچے گاڑی روک لی اور وہ تینوں نیچے اتر کر درختوں کے درمیان چلتے ہوئے جھیل کے کنارے پر پہنچ گئے۔ چاندنی میں یہ جھیل بڑا سحر انگیز منظر پیش کر رہی تھی لیکن نک یہ حسین منظر دیکھنے یہاں نہیں آیا تھا۔ اس نے جھیل کے وسط میں واقع جال محل کا جائزہ لیا اور واپس آلیا۔ کار میں سے کینوس کا تھیلا نکال کر کھولا اور اس میں بھری ہوئی چیزیں نکالنے لگا۔

یہ غوطہ خوری کے دو سوٹ تھے جن کے ساتھ گیس سلینڈر بھی موجود تھے۔ اس نے ایک سوٹ گلوریا کو دیا اور دوسرا لے کر وہاں سے ہٹ گیا۔ پندرہ منٹ بعد وہ دونوں غوطہ خوری کے لیے تیار ہو چکے تھے۔ نک نے تھیلے میں سے تین خاص قسم کے پستول بھی نکال لیے۔ اس قسم کے پستول میں گولی کے بجائے باریک پن استعمال ہوتی ہے۔ یہ پن لگنے سے کوئی آدمی مرتا نہیں البتہ بے ہوش ہو جاتا ہے۔ اس نے ایک پستول مونیکا کو دے دیا اور اسے سمجھا دیا کہ کیا کرنا ہے۔ اسے کار ہی میں بیٹھ کر ان لوگوں کی واپسی کا انتظار کرنا تھا۔ باقی دونوں پستول، ایک کینوس کا بڑا لمبا چوڑا تھیلا اور کچھ دوسری چیزیں اس نے ایک واٹر پروف تھیلے میں ڈال لی تھیں۔ کچھ دیر بعد نک اور گلوریا جھیل میں اتر چکے تھے۔

وہ آہستہ آہستہ تیرتے ہوئے محل کی دیوار سے تقریباً دس فٹ کے فاصلے پر پانی سے ابھرے تھے۔ دیوار پانی کی سطح سے تقریباً چار فٹ اونچی تھی۔ گہرے پتھروں سے بنی ہوئی یہ دیوار تین فٹ چوڑی تھی۔ نک نے پانی سے اچک کر دونوں ہاتھ دیوار پر ٹکا دیئے اور سر اوپر نکال کر ادھر ادھر جھانکنے لگا۔ یہ محل کا پچھلا حصہ تھا اور اس طرف کوئی محافظ نہیں تھا۔ آمدورفت کے دونوں راستے سامنے کی طرف تھے اور دونوں محافظوں کے وہیں ہونے کی توقع تھی۔ ہوسکتا تھا، وہ پچھلی طرف بھی چکر لگاتے رہتے ہوں لیکن چوں کہ جھیل میں ہونے کی وجہ سے یہ محل ایک لحاظ سے محفوظ بھی تھا، نک کا خیال تھا کہ وہ پچھلی طرف کم ہی توجہ دیتے ہوں گے۔ نک اچھل کر دیوار پر چڑھ گیا۔ گلے میں لٹکا ہوا کینوس کا واٹر پروف تھیلا اتار کر دیوار پر رکھ دیا اور گلوریا کا ہاتھ پکڑ کر اسے بھی اوپر کھینچ لیا۔

محل کی اصل عمارت اور دیواروں کے درمیان تقریباً دس فٹ چوڑی جگہ تھی۔ اس طرح یہ ایک ٹیرس سا بن گیا تھا جو محل کے چاروں طرف چلا گیا تھا۔ وہ دونوں بڑی احتیاط سے دیوار سے نیچے اتر آئے۔ نک گلوریا کو اشارہ کرتا ہوا آہستہ آہستہ بائیں طرف بڑھنے لگا۔ اس طرف محل کے کئی کمروں کے دروازے تھے۔ کھڑکیاں بھی تھیں۔ نک کو ایک کھڑکی کھلی ہوئی مل گئی۔ وہ بڑی احتیاط سے پہلے خود اندر اترا اور پھر گلوریا کو بھی سہارا دے کر کمرے میں اتار لیا۔

انہوں نے غوطہ خوری کے سوٹ اتار کر کمرے میں ایک کونے میں رکھ دیئے۔ نیچے ان دونوں نے جرسی کلاتھ کا بہت چست لباس پہن رکھا تھا جو ان کے جسموں سے چپکا ہوا تھا۔ نک نے کینوس کے تھیلے میں سے پنسل ٹارچ اور کچھ دوسری چیزیں نکال لیں۔ ایک پستول اس نے گلوریا کو دیا اور دوسرا خود رکھا۔

وہ اس کمرے سے نکل کر دبے قدموں ایک راہ داری میں چلنے لگے۔ دبے پاؤں ایک موڑ گھومتے ہی نک چونک گیا۔ سامنے ہی چند گز کے فاصلے پر ایک گن مین کھڑا تھا۔ اس نے بھی غالباً انہیں دیکھ لیا تھا۔ نک گلوریا کو دھکیلتا ہوا تیزی سے پیچھے مڑا۔

"اے! کون ہے! رک جاؤ!" گن مین ہندستانی زبان میں چیختا ہوا ان کی طرف دوڑا۔

نک ویلوٹ گلوریا کو لے کر ایک کمرے میں گھس گیا۔ ٹھیک اسی لمحے گن مین نے گولی چلا دی تھی۔ محل کی اندرونی فضا فائر کی آواز سے گونج اٹھی۔ گن مین دوڑتا ہوا کمرے میں گھس گیا۔ نک دروازے کی آڑ میں کھڑا تھا۔ اس نے پستول والا ہاتھ سیدھا کر کے

ٹریگر دبا دیا...... ہلکی سی آواز ابھری اور پستول کی نال سے نکلنے والی سوئی گن مین کی گردن میں پیوست ہوگئی۔ وہ آواز نکالے بغیر ڈھیر ہوگیا۔

نک، گلوریا کو لے کر اندرونی دروازے سے ایک اور کمرے میں گھس گیا۔ گولی کی آواز پورے محل میں گونجی تھی۔ اسے یقین تھا کہ دوسرا گن مین بھی اس طرف آنے میں دیر نہیں لگائے گا۔ دونوں دوسرے کمرے کے دروازے کے قریب پہنچے ہی تھے کہ وہ دروازے میں نمودار ہوا۔ گلوریا اس وقت آڑ میں تھی لیکن نک سامنے تھا۔ محافظ نے اسے رائفل کی زد پر لے لیا۔

"خبردار..... ہاتھ اوپر اٹھالو۔" محافظ ہندستانی زبان میں چیخا۔ الفاظ نک کی سمجھ میں نہیں آسکے تھے لیکن وہ مطلب سمجھ گیا تھا۔ اس نے پستول پھینک کر دونوں ہاتھ سر سے اوپر اٹھادئے۔ وہ نک کو لے کر جیسے ہی دروازے کی طرف مڑا' اس کی آڑ میں کھڑی گلوریا نے موقع پاتے ہی پستول کا ٹریگر دبا دیا۔ سوئی پستول سے نکل کر محافظ کے پہلو میں لگی اور وہ بھی اپنے ساتھی کی طرح آواز نکالے بغیر ڈھیر ہوگیا۔

نک نے اپنا پستول اٹھایا اور دونوں کمرے سے باہر آگئے۔ تیسرے آدمی کو بھی ٹھکانے لگانے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔ نک کو یقین تھا کہ وہ لوگ چار گھنٹوں سے پہلے ہوش میں نہیں آسکیں گے اور ان کی جان کو بھی کوئی خطرہ نہیں تھا۔

نک اور گلوریا اس کمرے کے سامنے پہنچ گئے جس کی رنگت سیاہ پڑچکی تھی۔ نک نے تھیلے سے چابیوں کا ایک گچھا نکالا اور دروازے پر قسمت آزمائی کرنے لگا۔ تین منٹ بعد وہ تالا کھولنے میں کامیاب ہوگیا۔

یہ وسیع و عریض کمرا تھا۔ نک پنسل ٹارچ کی روشنی میں کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ رگھومل نے بتایا تھا کہ محل کے نیچے تہ خانہ ہے اور اس کا راستہ کمرے میں ہے۔ نک فرش اور دیواروں کو ٹھونک بجا کر دیکھ رہا تھا۔ بالآخر اس کا ہاتھ دیوار میں ایک ابھری ہوئی جگہ پر پڑگیا۔ نک نے اس جگہ کو دبایا تو دیوار شق ہوگئی۔ اس کا ایک حصہ سلائیڈنگ ڈور کی طرح سرکتا ہوا دیوار کے اندر غائب ہوگیا تھا۔ نک اور گلوریا اس خلا میں گھس گئے اور سیڑھیاں اترتے ہوئے تہ خانے میں پہنچ گئے۔

تہ خانے میں بھی کئی کمرے تھے۔ ایک کمرے کو تالا لگا ہوا تھا۔ نک نے وہ تالا بھی کھول لیا اور اندر داخل ہوتے ہی ان دونوں کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ کسی ہال کی طرح بہت بڑا کمرا تھا جس میں خزانہ بھرا ہوا تھا۔ ہیرے جواہرات' قدیم طرز کے طلائی زیورات' اور بہت سے نوادرات تھے۔ سونے کی اینٹوں کے انبار لگے ہوئے تھے۔ نک کے خیال میں اس خزانے کی مالیت اربوں ڈالرز سے کم نہ تھی۔ نک نے ایک لاکٹ اٹھا کر دیکھا اور اپنے پاس رکھ لیا۔ انہیں سیاہ رنگ کا وہ پورنیبل وارڈ روب بھی مل گیا۔

گلوریا اس خزانے میں سے کچھ لینا چاہتی تھی لیکن نک نے اسے منع کردیا اور پورنیبل وارڈ روب اٹھا کر کمرے سے باہر آگیا۔ اس نے اسی طرح دروازہ مقفل کردیا۔ وہ دونوں وارڈ روب اٹھا کر تہ خانے سے باہر آگئے۔ دیوار میں ابھری ہوئی جگہ پر دباؤ ڈال کر خفیہ راستہ بند کیا۔ کمرے سے باہر آکر دروازے کو اسی طرح تالا لگایا اور راہ داری میں آگئے۔

پھٹ پھٹ کی ہلکی سی آواز سن کر وہ چونک گئے۔ نک نے محل کے سامنے کے رخ سے جھانک کر دیکھا۔ ایک موٹر بوٹ اس طرف آرہی تھی۔ جھیل کے کنارے پر کسی نے فائر کی آواز سنی ہوگی اور اب تحقیق کے لیے اس طرف آرہا تھا۔

وہ دونوں وارڈ روب اٹھائے دوڑتے ہوئے محل کے پچھلی طرف آگئے۔ گلوریا غوطہ خوری کا سوٹ پہننے لگی اور نک وارڈ روب کو کینوس کے اس بڑے سے تھیلے میں ڈالنے لگا جو وہ اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔ وارڈ روب کو تھیلے میں بند کرنے کے بعد اس نے بھی غوطہ خوری کا سوٹ پہن لیا۔ ٹھیک اسی لمحے موٹر بوٹ کا انجن بند ہوگیا اور ایک آدمی کی آواز سنائی دی۔ وہ شاید کسی محافظ کا نام لے کر پکار رہا تھا۔ نک نے وارڈ روب والا تھیلا دیوار کے اوپر سے پانی میں لٹکا دیا اور گلوریا کو اشارہ کرتا ہوا خود بھی پانی میں اتر گیا۔

ٹھیک اسی وقت ایک آدمی دوڑتا ہوا اس جگہ پہنچ گیا تھا لیکن نک اور گلوریا زیرِ آب تیرتے ہوئے اس کی نگاہوں سے اوجھل ہی رہے۔

○☆○

نک ویلوٹ' گلوریا اور مونیکا سلیٹ دہلی پہنچ گئے۔ اس مرتبہ انہوں نے بہت گھٹیا قسم کے ہوٹل میں قیام کیا تھا لیکن نک کو یقین تھا کہ سی آئی ڈی انسپکٹر جگت سنگھ کو اس کی دہلی آمد کا پتا چل گیا تو وہ دو تین گھنٹوں میں اسے ڈھونڈ نکالے گا۔ نک کے لیے دو تین گھنٹے ہی کافی تھے۔

وہ گلوریا اور مونیکا کو ہوٹل میں چھوڑ کر دہلی کی سب سے بڑی لائبریری پہنچ گیا۔ یہاں مطلوبہ کتابیں وغیرہ حاصل کرنے میں اسے کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔ وہ لائبریری سے نکلا تو تین گھنٹے گزر چکے تھے۔ اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ تھی۔

ہوٹل واپس آکر وہ گلوریا اور مونیکا کو لے کر دوبارہ وائی ایم سی اے ہوسٹل پہنچ گیا۔ اس مرتبہ بھی انہیں آسانی سے کمرے مل گئے۔ ہوسٹل پہنچتے ہی نک نے انسپکٹر جگت سنگھ کو فون کردیا کہ وہ ٹھاکر دیال سنگھ بنوریا کے ساتھ یہاں آکر اپنی امانت وصول کرلے۔ ڈیڑھ گھنٹے بعد وہ دونوں پہنچ گئے۔ پورنیبل وارڈ روب دیکھ کر ٹھاکر دیال سنگھ بنوریا کی آنکھوں میں چمک سی ابھر آئی۔

"یہی ہے۔ بالکل یہی ہے۔" وہ بولا "میں تمہیں اتنا انعام

دوں گا کہ تم تصور بھی نہیں کر سکو گے۔ تم آج ہی اشوک ہوٹل میں منتقل ہو جاؤ اور جب تک دہلی میں رہو گے میرے مہمان رہو گے۔ ہوٹل کے اور دیگر تمام اخراجات میں دوں گا۔"

"شکریہ مسٹر سنگھ!" نک نے مسکراتے ہوئے کہا "ہمیں دہلی میں ایک دو دن رہنا ہے اور میرا خیال ہے کہ ہم اسی ہوسٹل میں ٹھیک ہیں۔"

وہ دونوں پورٹیبل وارڈ روب لے کر چلے گئے۔ اس کی تھوڑی ہی دیر بعد نک بھی ہوسٹل سے نکل گیا۔ اس مرتبہ اس کی واپسی شام چھ بجے کے بعد ہوئی تھی۔

"تم جیسا بے وقوف میں نے نہیں دیکھا نک!" مونیکا نے کہا "تمہیں اتنا خزانہ ملا اور تم چھوڑ آئے لیکن اس وارڈ روب میں کیا تھا؟" مونیکا کو شاید گلوریا نے خزانے کے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا۔

"اس خزانے پر ہمارا کوئی حق نہیں تھا۔" نک نے جواب دیا "وہ یہاں کی حکومت کی ملکیت ہے جو اتفاق سے ٹھاکر بلبیر سنگھ کے قبضے میں چلا گیا تھا اور ٹھاکر دیال سنگھ بٹوریا بھی اسے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس پورٹیبل وارڈ روب میں خزانے کا نقشہ پوشیدہ تھا۔ تقریباً سو سال پہلے جے پور کے مہاراجا کو اندازہ ہو گیا تھا کہ انگریز اس کے خاندانی خزانے پر بھی قبضہ کرنا چاہتے ہیں تو اس نے بڑی راز داری سے خزانہ قلعے کے تہ خانے سے نکال کر جھیل کے وسط میں جال محل کے تہ خانے میں منتقل کر دیا اور اس کا نقشہ بنا کر پورٹیبل وارڈ روب میں استعمال ہونے والے پلائی ووڈ کے تختے کے اندر چھپا دیا۔ جال محل میں اس تہ خانے کے راز کا علم صرف چند آدمیوں کو تھا۔ یہ وارڈ روب بھی مہاراجا نے خود بنوایا تھا اور بعد میں کاریگر کو قتل کر دیا تھا تاکہ اس کا راز نہ کھل سکے۔

چند سال پہلے حکومت کو پتا چلا کہ قلعے کے تہ خانوں میں خزانہ پوشیدہ ہے۔ حکومت نے قلعہ سیاحوں کے لیے بند کر دیا اور سات سال تک قلعے کے تہ خانوں میں خزانہ تلاش کیا جاتا رہا لیکن ظاہر ہے کہ انہیں ناکامی ہی کا سامنا کرنا پڑا تھا کیوں کہ خزانہ اب وہاں نہیں تھا۔

جے پور کے مہاراجا کو مرے ہوئے ستر سال ہو چکے تھے۔ اس کی موت کے بعد اس کے متعلقین کو پتا چل گیا کہ خزانہ قلعے سے کہیں اور منتقل کر دیا گیا ہے۔ خزانے کی منتقلی میں جن چھ آدمیوں نے حصہ لیا تھا انہیں بھی راجا نے مروا دیا تھا لیکن چند سال قبل بلبیر سنگھ کو یہ راز مل گیا کہ خزانے کا نقشہ کہاں ہے۔ یہ پورٹیبل وارڈ روب اس وقت رگھومل کے پاس تھا۔ رگھومل کا باپ مہاراجا کا قابل اعتماد ملازم تھا اور مہاراجا نے راز داری اور حفاظت کے خیال سے وارڈ روب رگھومل کے باپ کے پاس رکھوا دیا تھا۔ مہاراجا مر گیا۔ رگھومل کا باپ بھی مر گیا۔ وہ وارڈ روب اس کے گھر میں پڑا رہا۔ بلبیر سنگھ رگھومل کا دوست تھا۔ وہ عیاش آدمی تھا۔ اس نے رگھومل کو بھی اپنے راستے پر لگا لیا تھا۔ اس کا مکان بھی بکوا کر اپنی عیاشی میں اڑا دیا۔ اسے جب اس پورٹیبل وارڈ روب کے بارے میں پتا چلا تو اس نے صرف ڈیڑھ سو روپے میں اسے خرید لیا اور نقشہ نکال کر خزانے تک پہنچ گیا۔ اس نے زیادہ سے زیادہ بولی دے کر جال محل کے ٹکٹ کا ٹھیکا لے لیا اور اس طرح وہ خزانے پر قابض ہو گیا۔ اس خزانے کے بارے میں اس کے کسی بھی آدمی کو پتا نہیں۔ وہ چھوٹی موٹی چیزیں نکال کر فروخت کر کے عیش کر رہا ہے۔ ابھی اس نے نوادرات کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اس نے زیادہ تر سونا ہی فروخت کیا ہے۔

"ادھر ٹھاکر دیال سنگھ بٹوریا کو کسی طرح اس خزانے اور وارڈ روب میں پوشیدہ نقشے کا پتا چل گیا۔ وہ کروڑ پتی آدمی ہے مگر ہوس کم نہیں ہوئی۔ وہ ہر قیمت پر وہ پورٹیبل وارڈ روب حاصل کرنا چاہتا تھا جس کے لیے اس نے میری خدمات حاصل کر لیں۔"

"اور تم نے وہ وارڈ روب اس کے حوالے کر دیا۔" گلوریا نے اسے گھورا۔

"ہاں اور وہ نقشہ بھی اس میں موجود ہے لیکن اب وہ اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔" نک نے مسکراتے ہوئے کہا اور چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بولا "پورٹیبل وارڈ روب ان کے حوالے کرنے کے بعد میں نے وزارتِ داخلہ کے سیکریٹری سے رابطہ کیا تھا اور اسے تمام صورتِ حال سے آگاہ کر دیا تھا۔ ثبوت کے طور پر میں نے وہ لاکٹ بھی اس کے حوالے کر دیا تھا جو جال محل کے تہ خانے سے لے کر آیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اب تک پولیس یا فوج جال محل کو اپنی تحویل میں لے چکی ہوگی۔"

"ایسی صورت میں تو ہمیں فوراً یہاں سے بھاگنا چاہیے۔" مونیکا بولی۔

"کیوں؟" نک نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"وہ پولیس انسپکٹر ہم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔" مونیکا نے کہا۔

"ہمیں ڈرنے کی ضرورت نہیں۔" نک ویلوٹ نے کہا "میرا خیال ہے کہ سی آئی ڈی انسپکٹر جگت سنگھ، ٹھاکر دیال سنگھ بٹوریا اور جے پور میں ٹھاکر بلبیر سنگھ کو سرکاری ملکیت کا خزانہ خرد برد کرنے کی سازش کے الزام میں گرفتار کیا جا چکا ہوگا۔ ہم اطمینان سے ہندستان کے تاریخی مقامات کی سیر کر سکتے ہیں۔ ایک دو دن بعد ہم دوبارہ راجستھان جائیں گے، وہاں بہت سے تاریخی مقامات ہیں۔ جودھ پور، اودھ پور، اجمیر، جیسلمیر، ٹونک اور بہت سے شہر اپنے اندر قدیم تاریخ اور اسرار چھپائے ہوئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ انڈین گورنمنٹ بھی ہمیں کچھ سہولتیں فراہم کرے گی۔"

گلوریا اور مونیکا سلیٹ اسے گھور کر رہ گئیں۔ مونیکا شاید یہ سوچ رہی تھی کہ عجیب بے وقوف آدمی ہے نک ویلوٹ بھی، جو خزانہ چھوڑ کر محض سیاحت پر ہی خوش ہو رہا تھا۔

★★★